علامہ اقبال کی علمی جستجو

مولانا حبیب ریحان ندوی (محمدو

"مولانا حکیم برکات احمد صاحب بہاری ثم ٹونکی کا رسالہ تحقیق زمان مطبوعہ ہے یا قلمی؟ اگر قلمی ہے تو کہاں سے عاریتاً ملے گا۔ علی ہذا القیاس مولانا شاہ اسماعیل کی عبقات، قاضی محب اللہ کی جواہر الفرد، حافظ امان اللہ بنارسی کی تمام تصانیف کہاں سے دستیاب ہوں گی، جن کتابوں کا آپ نے اپنے والا نامے میں ذکر فرمایا ہے۔ کیا آپ کے کتب خانہ دار المصنفین میں موجود ہیں؟ اگر ہوں تو میں چند روز کیلئے وہیں حاضر ہو جاؤں اور آپ کی مدد سے ان میں سے بعض کو دیکھ سکوں۔۔۔ حضرت ابن عربی کی بحث زمان کا ملخص اگر عطا ہو جائے تو بہت عنایت ہوگی (۱۲ اگست ۱۹۲۲ء)"

"مسلمانوں نے منطق استقرائی پر جو کچھ لکھا ہے۔ اور جو اضافے انہوں نے یونانیوں کی منطق پر کیئے ہیں اس کے متعلق میں کچھ تحقیق کر رہا ہوں میں آپ کا نہایت شکر گزار ہونگا اگر از راہ عنایت اپنی وسیع معلومات سے مجھے مستفیض فرمائیں کم از کم ان مقالوں کے نام تحریر فرمائیے جن کو پڑھنا ضروری ہے۔ ۔۔۔(یکم فروری ۱۹۳۴ء)

مردان خدا خدا نہ باشند   لیکن ز خدا جدا نہ باشند

کس کا شعر ہے۔؟ ایک امر کیلئے اس کی تحقیق ضروری ہے۔ ممکن ہے آپ کی نظر سے کسی تذکرہ میں یہ شعر گذرا ہو (۱۲ اگست ۱۹۲۲ء)

ڈاکٹر صاحب نے امامت و خلافت، اجتہاد اور طلاق کے مسئلہ پر پہلے سوال کیئے تھے اب مزید نظام عالم کی تشکیل جدید میں اسلام کیا مدد کر سکتا ہے، احکام منصوصہ میں امام کو توسیعی اختیارات ہیں یا نہیں اور زمین کی ملکیت کس کی ہے، وغیرہ سے متعلق استفسارات پیش ہیں۔

"دنیا اس وقت عجیب کشمکش میں ہے۔۔۔ نظام عالم ایک نئی تشکیل کا محتاج ہے۔ ان حالات میں آپ کے خیال میں اسلام اس جدید تشکیل کا کہاں تک ممد ہو سکتا ہے۔ اس مبحث پر اپنے خیالات سے مستفیض فرمائیے" (۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء)

"احکام منصوصہ میں توسیع اختیارات امام کے اصول کیا ہیں؟ اگر امام توسیع کر سکتا ہے تو کیا ان کے عمل کو محدود بھی کر سکتا ہے؟ اس کی کوئی تاریخی مثال ہو تو واضح فرمائیے

زمین کا مالک قرآن کے نزدیک کون ہے؟۔۔۔ اگر کوئی اسلامی ملک (روس کی طرح) زمین کو حکومت کی ملکیت قرار دے تو کیا یہ بات شرع اسلامی کے موافق ہوگی یا مخالف؟ اس مسئلہ کا سیاست اور اجتماع معاشرت سے گہرا تعلق ہے۔ کیا یہ بات بھی رائے امام کے سپرد ہوگی، صدقات کی کتنی قسمیں اسلام

میں ہیں؟صدقہ اور خیرات میں کیا فرق ہے۔؟۔۔(یکم فروری ۱۹۲۴ء)

"کیا روسی مسلمانوں میں بھی ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کے حالات کی اشاعت ہوئی تھی ؟اس کے متعلق آگاہی کی ضرورت ہے۔ مفتی عالم جان جن کا حال میں انتقال ہو گیا ہے۔ان کی تحریک کی اصل غایت کیا تھی؟ کیا یہ محض تعلیمی تحریک تھی یا اس کا مقصود ایک مذہبی انقلاب بھی تھا؟۔ تکلیف دہی کیلئے معافی چاہتا ہوں اور یہ بھی التماس کرتا ہوں کہ اس عریضہ کا جواب جہاں تک ممکن ہو جلد دیجئے"
(یکم مئی ۱۹۲۴ء)

"کیا روسی مسلمانوں میں بھی ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کے حالات کی اشاعت ہوئی تھی ؟اس کے متعلق آگاہی کی ضرورت ہے۔ مفتی عالم جان جن کا حال میں انتقال ہو گیا ہے۔ان کی تحریک کی اصل غایت کیا تھی؟ کیا یہ محض تعلیمی تحریک تھی یا اس کا مقصود ایک مذہبی انقلاب بھی تھا؟۔ تکلیف دہی کیلئے معافی چاہتا ہوں اور یہ بھی التماس کرتا ہوں کہ اس عریضہ کا جواب جہاں تک ممکن ہو جلد دیجئے"
(یکم مئی ۱۹۲۴ء)

"حال میں امریکہ کی مشہور یونیورسٹی کولمبیا نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام "مسلمانوں کے نظریہ متعلقہ مالیات" ہے۔اس کتاب میں لکھا ہے، اجماع امت نص قرآنی کو منسوخ کرسکتا ہے۔۔۔۔اب یہ امر دریافت طلب ہے۔ کہ آیا مسلمانوں کے فقہی لٹریچر میں کوئی ایسا حوالہ موجود ہے؟" (۸۔اگست ۱۹۲۴ء)

"آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقہاء نے اجماع سے نص کی تخصیص جائز رکھی ہے۔ایسی تخصیص یا تعمیم کی مثال اگر کوئی ہے تو اس سے آگاہ فرمائیے اس کے علاوہ یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ ایسی تخصیص یا تعمیم صرف اجماع صحابہ ہی کرسکتا ہے یا علماء مجتہدین امت بھی کرسکتے ہیں۔۔۔۔ کوئی حکم ایسا بھی ہے جو صحابہ نے نص قرآن کے خلاف نافذ کیا ہو اور وہ کونسا حکم ہے" (۲۷۔اگست ۱۹۲۴ء)

"آپ نے کسی گذشتہ خط میں مجھے لکھا تھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو آپ بعض دفعہ وحی کا انتظار فرماتے۔اگر وحی نازل ہوتی تو اس کے مطابق مسائل کا جواب دیتے اور اگر وحی کا نزول نہ ہوتا تو قرآن شریف کی کسی آیت سے استدلال فرماتے۔اس کا حوالہ کونسی کتاب میں ملے گا؟ کیا یہ قاضی شوکانی کی کتاب ارشاد الفحول سے آپ نے لیا ہے؟" (۱۶۔اکتوبر ۱۹۲۴ء)

"آیہء توریث میں حصص بھی ازلی ابدی ہیں یا قاعدہ توریث میں جو اصول مضمر ہے صرف وہی ناقابل تبدیل ہے،اور حصص میں حالات کے مطابق تبدیلی ہوسکتی ہے۔ آیہء وصیت پر بھی جو ارشادات ہیں میری سمجھ میں نہیں آئے اس زحمت کیلئے معافی چاہتا ہوں جب فرصت ملے جزئیات سے بھی آگاہ فرمائیے اس احسان کیلئے ہمیشہ شکر گزار ہونگا" (۸۔مارچ ۱۹۲۶ء)

ان استفسارات کے جوابات سید صاحب برابر دیتے رہے۔جن کا اظہار سید صاحب کے بعض خطوط سے بھی ہوتا ہے۔

"آپ کا نوازش نامہ قوت روح اور اطمینان قلب کا باعث ہے" (۱۳۔نومبر ۱۹۲۷ء)

"آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے جس کے لئے بہت شکر گزار ہوں جتنی آگاہی آپ نے دے دی ہے وہ اگر زمانہ فرصت دے تو باقی عمر کیلئے کافی ہے۔" (۲۲۔اگست ۱۹۲۴ء)

"نوازش نامہ معلومات سے لبریز ہے، نہایت شکر گزار ہوں" (یکم فروری ۱۹۲۴ء)
"آپ اپنے نوازش نامہ کی طوالت کی عذر خواہی کرتے ہیں مگر میرے لئے یہ طویل خط باعث خیر وبرکت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے میں نے اسے کئی دفعہ پڑھا ہے اور گذشتہ رات چودھری غلام رسول مہر سے بھی پڑھوا کر سنا اور احباب بھی اس مجلس میں شریک تھے اگر میری نظر اس قدر وسیع ہوتی جس قدر آپ کی ہے تو مجھے یقین ہے کہ میں اسلام کی کچھ خدمت کر سکتا" (۲۴۔اپریل ۱۹۲۶ء)
لیکن ان خطوط کی نقلیں دارالمصنفین کے کتب خانہ اور اوراق میں نہیں ملتیں، ورنہ اب تک منظر عام پر آجاتیں، صباح الدین صاحب کا خیال ہے کہ وہ محفوظ نہیں ہیں، شاید ڈاکٹر صاحب کے کاغذات میں ہوں راقم کا خیال ہے کہ وہ ضائع ہوگئے۔ اگر یہ خیال درست ہے تو یہ علم و تحقیق کی زبردست تباہی کے مترادف ہے۔ راقم اقبال کے عزیز فرزند جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب سے پر زور اپیل کرتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے کاغذات کا از سر نو جائزہ لیں شاید گنجینہ معانی دریافت ہو سکے۔

ان استفسارات میں جو تنوع پایا جاتا ہے اس کا اندازہ ہر پڑھنے والا لگا سکتا ہے۔ راقم یہ بھی کہے گا کہ یہ استفسارات صرف علامہ اقبال کے استفسارات ہی نہیں تھے بلکہ فقہی واجتہادی سوالات موجودہ دور کے اکثر تعلیم یافتہ حضرات کے ذہنوں مین آتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ان سوالات کے جوابات یا توضیح کے لئے علماء فن تیار ہوں اور جب یہ سوالات ظاہر ہو چکے ہیں تو ان کے علمی، منطقی اور استدلالی جوابات کتاب وسنت اور عقل وشرع کی روشنی میں ظاہر کیئے جائیں اور یہ انتہائی مفید کام ہو گا

شاعر اور فلسفی

ڈاکٹر اقبال کی شاعری، فلسفہ ونظریات اور متنوع خیالات پر مختصر مطالعہ اور محدود وقت میں کوئی قطعی فیصلہ کرنے کا میں اپنے آپ کو مجاز نہیں سمجھتا، لیکن اقبال کو سمجھنے کے لئے میرے ناقص رائے میں ان کی شاعری اور فلسفے کی نوعیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ وہ ایک شاعر بھی ہیں اور فلسفی بھی، شاعرانہ نزاکتیں، شاعرانہ اسلوب بیان مجاز و حقیقت کی ترجمانی اور الفاظ ومعانی کی کیفیات ایک خاص رنگ رکھتی ہیں اور فلسفہ کی نکتہ سنجیاں اور گتھیاں ایک دوسرے انداز بیان اور آہنگ کی محتاج ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے فلسفیانہ مسائل کو شعر کی زبان میں نہایت کامیاب طریقہ سے منتقل کیا ہے۔ ان کے الفاظ، ترکیبوں اور بعض جزئی لغوی ولسانی استعمالات پر تنقید ممکن بھی ہے اور ہوئی بھی ہے لیکن بحیثیت مجموعی وہ ان دونوں وادیوں سے کامیاب و کامران شہسوار بن کر نکلے ہیں

فلسفہ میرے آب و گل میں   پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے   اس کی رگ رگ سے باخبر ہے

شاعری کا مقصد

اقبال کی شاعری کو سمجھنے کیلئے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کی شاعری کا مقصد کیا ہے۔؟ ان

ان شاعری دراصل ایک پیغام ہے بنی نوع انسان کے لئے۔ وہ اپنے مذھبی ماحول، کائنات کے طویل فطری مشاہدے، زمان ومکان کے تصورات اور فلسفہ ومذہب کے عمیق مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کائنات کا یہ وجود خدا کی ذات باوجود کی حرکت فاعلہ کا نتیجہ ہے اور اس کے امر تکوینی و مشیئت کے مظہر لفظ "کن" سے کون ومکان وجود میں آیا ہے۔ اور کائنات کے ہر ذرہ کا تعلق مربوط و مستحکم بنیادوں پر قائم ہے۔ اور ابن آدم اس کائنات کا سرتاج ہے اور تعمیر کائنات کی عظیم ذمہ داری اسے سونپی گئی ہے جس کا نام "امانت" اور "خلافت" ہے۔

اس لئے انسانیت کو ان آفاقی تعلیمات کی ضرورت ہے، جو زمان ومکان، رنگ ونسل اور قوم ووطن کے تنگ دائروں میں محصور نہ ہو۔ جہاں انسانی حقوق وواجبات اور امیر وغریب کے تمام امتیازات اور فوقیت وفضیلت کا معیار نہ ہوں بلکہ یقین کی پختگی، کردار کی بلندی اور حسن عمل ہی انسانوں کیلئے اعلیٰ نمونہ اور اسوہ ہو۔

علم وفلسفہ کے مطالعہ کے ساتھ ان کے جذبات میں تلاطم پیدا ہوتا چلا گیا اور وہ ایک منصف محقق کی طرح اس تلاش میں مصروف رہے کہ ان کا یہ آئیڈیل نظریہ کہاں پایا جاتا ہے۔

وہ ایک زمیندار گھرانہ کے چشم وچراغ تھے، اسلام پر ان کو مومنانہ یقین تھا اس کے ساتھ علم کے جویا تھے، اور انتہائی عالمانہ تجسس اور محققانہ نزاہت کے ساتھ انہوں نے علوم ومعرفت کے تمام قدیم وجدید سرچشموں سے سیرابی حاصل کی، انہوں نے قدیم ہندوستانی، یونانی، اور رومن فلسفوں اور الہیات کا مطالہ کیا، اسلام کے مطالعہ میں بھی انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ پھر یورپ کے تمام جدید فلاسفہ اور شعراء کا عمیق مطالعہ کیا اور اپنے مشاہدات وتجربات کا نچوڑ قوم کے سامنے اس طرح پیش کیا

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے، صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

فکری ارتقاء۔

نظم ونثر دونوں میں انہوں نے اپنے نظریات نشر کیلئے عمر کی ترقی، ماحول کی تبدیلی، مطالعہ کی زیادتی، فکری ارتقاء وغیرہ کے تمام مراحل سے گذرتے ہوئے ان کی آراء میں بعض مواقع پر بظاہر تضاد بھی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ ان کے تاریخی تجربات اور گہری سوچ کا نتیجہ ہے۔ لیکن بہر حال ایسی آراء بہت کم ہیں اور جن چیزوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے وہ غور کرنے سے مربوط کی جاسکتی ہیں۔ اور اگر یہ تضاد باقی رہے تو بھی اس میں اقبال کے مقام عظمت ورفعت کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

قرآن پر مستحکم یقین۔

یہ حقیقت ہے کہ اقبال کتاب اللہ قرآن پر مستحکم یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کو اقوام عالم کی تمام بیماریوں کا مکمل علاج سمجھتے ہیں۔

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی   علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں اور اسلام کے کلی نظام کے اجتماعی وسیاسی ومادی فوائد کے وہ قائل ہیں۔

وہ صوفیانہ مزاج رکھنے کے باوجود بعض اوقات تصوف پر سخت تنقید بھی کرتے ہیں لیکن ان کی یہ تنقید اسلامی تزکیہ واحسان پر نہیں ہوتی بلکہ اس عجمی تصوف پر ہوتی ہے جو کتاب وسنت کی تعلیمات سے دور ہے۔اور عجیب وغریب اصطلاحات اور غموض واسرار کا حامل ہے۔جو لوگوں کو غلامی کی تعلیم دیتا ہے،دنیا سے کنارہ کشی پر ابھارتا ہے اور بدعات کا دروازہ کھولتا ہے اور دن کی روشنی کی طرح واضح دین اسلام کو پیچیدگیوں اور طلسم بندیوں کا دین بنا دیتا ہے اور ظاہر شریعت سے دور ہوتا جاتا ہے اور افراد کے ذاتی تجربات اور آراء واعمال کا تابع بناتا ہے۔

وہ مولوی ملا پر بھی جب تنقید کرتا ہے تو اس سے مراد وہی ملا ہوتے ہیں جو شریعت کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔مذہب کے نام پر حصول منافع کا کاروبار کرتے ہیں،تکفیر و تفسیق ان کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے لادینی اور لاطائل بحثوں میں الجھے رہتے ھیں۔اور عصر حاضر کے جدید رجحانات کی موجودگی میں ان کا اسلامی حل تلاش نہیں کرتے اور کتاب اللہ کی تاویلات باطلہ کے ذریعے اس کے معانی میں تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں۔ورنہ اقبال عصر حاضر کے دانشوروں میں پہلے شخص ہیں جو علماء حق کا حد درجہ احترام کرتے ہیں۔اور علماء کو ہمیشہ اسلام کے لئے قوت عظیم کا سرچشمہ سمجھتے ہیں۔وہ ابن تیمیہ،شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ وغیرہ کے قائل ہیں۔جمال الدین افغانی کو عصر حاضر کا مجدد مانتے ھیں،شبلی وسلیمان ندوی کے مقام بلند کے معترف ہیں۔

اسلام عصر حاضر کا مذھب

اقبال اسلام کو عصر حاضر کا مذہب سمجھتے تھے۔

قسمت عالم کا مومن کوکب تابندہ ہے   جس کی تابانی سے افسون سحر شرمندہ ہے

اور انہوں نے اسلام کی جامع ومحکم عالمی تعلیمات کو اپنے انداز میں عصر حاضر کی زبان میں پیش کردیا۔

اسلام پر ان کا اعتماد جاہلانہ یا تقلیدانہ نہیں ہے بلکہ مجتہدانہ ہے اور انہوں نے دنیا جہاں کے تمام قدیم وجدید فلسفے مذاہب اور انسانی فلاح وبہبود کے نظریات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اسلام ہی دنیا کے مصائب کا خاطر خواہ علاج پیش کرسکتا ہے۔

وطنیت،آفاقیت اور حجازیت

اس روشنی میں جب ان کی وطنیت،حجازیت،آفاقیت اور اسلامیت کا مطالعہ کیا جائے گا تو کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آئے گی۔

یہ صحیح ہے کہ انہوں نے وطن کی محبت میں بے شمار نظمیں کہی ہیں لیکن کسی جگہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ دوسرے وطن والوں سے نفرت وتعصب کا انداز اختیار کرو بلکہ محبت وپیار کے نغموں سے وطن کی عظیم روایات کو باقی رکھو ان کے ابتدائی اشعار ملاحظہ ہوں۔

تشنۂ رنگ خصوصیت نہ ہو میری زبان　　　نوعِ انساں قوم ہو میری وطن میرا جہاں
آنکھ میری اور کے غم میں سرشک آباد ہو　　　امتیازِ ملت و آئیں سے دل آزاد ہو

دوسری جگہ کہتے ہیں۔

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اس تباہی کا سبب دوسری جگہ بتاتے ہیں۔

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

پھر ترانہ ہندی میں بھی وطنیت کی صحیح تصویر اس طرح کھینچتے ہیں

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا　　　ہندی ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

وہ وطنیت کے اسی جذبے کے مخالف ہیں جو نفرت و تعصب سکھاتا ہے اور جس کی شورشوں کا صحیح اندازہ انہوں نے یورپ میں کیا جہاں خدائے واحد کی پرستش کے بجائے وطن کی زمین پوجی جاتی ہے۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے　　　جو پیرہن اسکا ہے وہ مذہب کا کفن ہے۔

حجازیت پر تنقید کیوں

بعض ناقدین سرزمین مقدس حجاز سے اقبال کی محبت اور عالم عرب سے ذہنی اور وجدانی تعلق کو وطن پرستی کے خلاف سمجھتے ہیں میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وطن سے نفرت کیئے بغیر اگر دنیا کی کسی بھی زمین سے محبت کی جائے تو اس میں کونسی عقلی یا فلسفیانہ قباحت ہے۔

اس محبت کو فلسفہ حجازیت کے نام سے موسوم کر کے اس پر اعتراض کیا جاتا ہے۔اقبال کو یہ حق حاصل ہے کہ جس ماں باپ نے اس کو جنم دیا ہے ان سے محبت کرے،جس دھرتی پر وہ پروان چڑھا اور اس کا جسم خاکی پھلا پھولا وہ اس سے محبت کرے اسی طرح جس سرزمین رشک مہر وماہ وانجم سے روشنی کی وہ ضیا بار کرن نکلی جس نے اقبال کے روحانی وجود کو زندگی بخشی اس کی زندگی کو رونق اس کے دل کو ایمان کی روشنی اس کے ذہن کو خدا اور خودی کا شعور اور اس کے پورے خاکی وجود کو نور کا پیکر بنا دیا،اقبال کو اس کا آزادانہ حق کیوں حاصل نہیں ہے کہ وہ اس سرزمین سے محبت کرے ؟اس پر نظمیں لکھے اور اپنے عقیدت کے پھول نچھاور کرے ؟----آزادی کے اس دور میں کناڈ کے آبشار،آگرہ کے تاج محل،مصر کے اہرام،اجنتا کے کھنڈر،امریکہ کے پرشکوہ محلوں اور روس کے لینن گراڈ پر قصیدہ گوئی کا حق تو دیا جاسکتا ہے اور وہ آزاد خیالی کی نشانی کہی جاسکتی ہے۔تو کیا کعبہ دل،بیت معمور کی صفت بیان کرنا اور افضل البشر واکمل البشر کے مقدس شہر اور

مسجد کی تعریف و توصیف اور دل کی مقناطیسی کشش کا اظہار کرنا آزادی کے خلاف اور رجعت پسندی کی علامت ہوسکتی ہے؟۔

پھر ہندوستان میں رہ کر یورپ وامریکہ، چین اور روس کی تعریف اور وہاں کے نظریات کی ترویج کیوں وطن سے محبت کے خلاف نہیں ہوسکتی۔؟

اسلام عالمی آفاقیت کا دوسرا نام

اسی طرح ایک اور غلطی کی ترویج بھی کی جاتی رہی ہے کہ اقبال پہلے تو رنگ وملت و آئین کی تمیز کے خلاف تھے اور آفاقیت کے داعی تھے لیکن رجعت پسندی نے ان پر فتح پالی اور وہ مذہب اسلام کے تنگ دامن میں پناہ گزین ہوگئے۔

آزادیٔ رائے کے پیش نظر ہر ناقد کو اپنے مزاج کے مطابق سوچنے سمجھنے کا حق حاصل ہے اسی فطری حق کی وجہ سے ہمیں بھی اظہار خیال کی آزادی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ شاعرانہ زبان وبیان اور فلسفی شاعر کے کلام کو سمجھنے کیلئے اپنے مزاج کی اپج کو قربان کرنا ضروری ہے۔ کیا ملت و آئین سے دستبردار ہونے کا مطلب اقبال یا کسی بھی صاحب فہم وادراک شخص کا یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی ہندو رہے نہ مسلمان، نہ کوئی سکھ اور عیسائی اور تمام جنگلی جانور بن جائیں اور کسی آئین و قانون کے پابند نہ رہیں؟ جنگلوں تک میں ایک فطری قانون بقائے اصلح جاری ہے۔۔روس میں روسی قانون، چین میں چینی قانون اور ہندوستان میں ہندوستانی قانون ہی نافذ رہے گا۔ آئین سے دستبردار ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان ایک بے آئین و قانون درندے کی شکل اختیار کرلے۔

اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ ملت، مذہبی و علاقائی قوانین میں گرفتار ہو کر تعصب میں نہ پڑ جائے اور آنکھوں پر ایسی پٹی نہ چڑھائے کہ اس سے زیادہ بہتر قانون سے نظر چرالے۔

یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ساری دنیا کے لئے ایک ملت اور ایک قانون ہو جو منصف ہو، عادل ہو انسانی مساوات کا حامل ہواور ہر دریا، ہر پہاڑ، اور زمین کی حد بندی کے ساتھ وہ بدلتا نہ ہو۔اقبال نے یقیناً اپنے پورے فلسفیانہ و عالمانہ تجربات اور دلائل سے اسلام کو ایک عادل و منصف مذہب پایا ہے۔ جس نے کالے وگورے اور رنگ ونسل کی تمیز کو اس طرح مٹا کر رکھ دیا ہے کہ تاریخ انسانیت، تاریخ ادیان اور عصر حاضر اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

قدیم انسانی تاریخ ان کرداروں سے بھری ہوئی ہے۔اور دنیا کی تمام قدیم قوموں نے انسانی کرامت کا خون کیا ہے۔نسل، رنگ اور خود ساختہ قوانین کے بل بوتے پر غیر قوموں اور قبیلوں کے ساتھ جو ناانصافی، سفاکی، اور نابرابری کا سلوک کیا ہے اس کی داستان اتنی طویل ہے کہ پوری کتاب اس کیلئے ناکافی ہے۔

عصر حاضر کی پیشانی پر ترقی یافتہ ملکوں کی نسل پرستی اور عنصری تفریق و تمیز داغ بنی ہوئی ہے۔

امریکہ کے اصلی باشندوں کا استحصال جس طرح یورپین اقوام نے کیاہے وہ عالم آشکارا ہے۔ آج بھی امریکہ کالے گورے کے عنصری جھگڑوں کی وجہ سے بدنام ہے۔اور پوری دنیا کی قوموں کی تباہی کے جہنمی منصوبے وہاں بنائے جاتے ہیں۔

سرخ انقلاب نے خون انسانی کو جس طرح ارزاں کیا ہے۔اور تعصب و نفرت کو جس طرح ارزاں کیا ہے۔اور تعصب و نفرت کا جس طرح بازارگرم کیا ہے اور آزادی کا جس طرح گلا گھونٹا ہے۔اور زیر دست اقوام کے ساتھ اپنی نسلی برتری قائم کرنے کیلئے جو ظلم روا رکھا ہے۔اس کی داستان سننے سے زمین کا جگر بھی شق ہوجاتا ہے۔ قدیم قوموں نے انسانوں کو ذاتوں میں تقسیم کر دیا تھا۔عبرانی قوم نے آسمانی ہدایات پاجانے کے بعد بھی نسلی پنداروں اور تفوق کواپنی بنیاد بنایا تھا۔یورپ کا دین یعنی مسیحیت اپنے حلم و کرم عالمی محبت اور مساوات کی اقدار کا حامل دین سمجھاجاتاہے اور اس کا ہر جگہ چرچا کیا جاتا ہے۔ کہ وہ انسانی دین ہے۔صرف ایک مثال کتاب مرقس بائبل سے پیش کی جاتی ہے، جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے گم کردہ راہ گروہ کے مقابلہ میں بھی ساری دوسری قومیں کتے کا درجہ رکھتی ہیں۔

"پھر یسوع وہاں سے نکل کرصور اور صیدا کے علاقہ کو روانہ ہوا۔اور دیکھو ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہنے لگی اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر۔ایک بد روح میری بیٹی کو بہت ستاتی ہے۔ مگر اس نے اسے کچھ جواب نہ دیااور اسکے شاگردوں نے پاس آکر اس سے عرض کی اسے رخصت کر دے۔ کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔اس نے جواب میں کہامیں اسرائیل کے گھرانہ کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوااور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا مگراس نے آکراسے سجدہ کیااور کہا اے خداوند میری مدد کر۔اس نے جواب دیالڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کوڈال دینااچھا نہیں۔اس نے کہاہاں خداوند کیونکہ کتے بھی ان ٹکڑوں میں سے کھاتے ہیں جو ان کے مالکوں کی میز پر سے گرتے ہیں۔اس پر یسوع نے جواب میں اسے کہااے عورت تیراایمان بہت بڑا ہے۔جیسا تو چاہتی ہے تیرے لئے ویسا ہی ہو۔اوراس کی بیٹی نے اس گھڑی شفا پائی۔" (متی ۱۰-۲۱-۲۸)

مرقس نے بھی یہ قصہ ان الفاظ میں درج کیا ہے۔

فی الفور ایک عورت جس کی چھوٹی بیٹی میں ناپاک روح تھی اس کی خبر سن کر آئی اور اس کے قدموں پر گری۔یہ عورت یونانی تھی اور قوم کی سورفینکی اس نے اس سے درخواست کی کہ بد روح کواس کی بیٹی میں سے نکالے۔اس نے اس سے کہا پہلے لڑکوں کو سیر ہونے دےکیونکہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں اس نے جواب میں کہا۔ہاں خداوند کتے بھی میز کے تلے لڑکوں کی روٹی کےٹکڑوں میں سے کھاتے ہیں اس نے اس سے کہااس کلام کی خاطر جا۔بدروح تیری بیٹی سے نکل گئی ہے۔(مرقس ۷-۲۵-۲۹)

اقبال نے انسانی تاریخ و کردار میں آفاقیت کی کوئی عملی مثال نہیں پائی۔ تنگ نظری،

تعصب نسل پرستی اور قوم پرستی کی وبا نے فطری مذاق میں ایک بگاڑ پیدا کر دیا۔ادیان عالم جو ہدایت و مساوات اور انسانی خدمت کیلئے ارسال کئے گئے تھے۔ان تک میں تحریف نے تمام بنیادی خرابیاں پیدا کر دی تھیں۔اور پھر عصر حاضر کے جدید نظریات اور ان کی عملی شکلوں نے چنگیز ونیرو کی روح تک کو تڑپتا چھوڑ دیا اور ایسی عالمی ہلاکت کا دروازہ کھولا جس سے نجات کی کوئی راہ نہیں اس لئے اقبال جب آفاقیت سے اسلام کی طرف آتا ہے تو وہ رجعت پسند بنکر نہیں بلکہ جدت پسند اور حقیقت پسند بن کر آتا ہے اس نے اسلام میں کرامت بنی آدم کا جوہر پایا۔حبشہ روم ایران و عرب اور ساری زمین میں پھیلے ہوئے انسانوں کو جس مساوات کی ضرورت تھی وہ اسلام کے پیغام میں موجود تھی۔اور پھر زبانی طور پر نہیں بلکہ تجرباتی اور واقعاتی انداز سے اسلام نے اقوام عالم کو اور تمام نسلوں اور رنگوں کو ایک متحدہ صف میں برابری کے ساتھ کھڑا کر دیا۔

اقبال کو فطری عقلی اور قانونی طور پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مشاہدات اور تجربات کو بیلاگ طریقے پر واضح کرے آج مفکرین یورپ اپنے فلسفہ مادیت کو،اشراقی قومیں اپنے فلسفہ اشتراکیت کو آفاقیت کہہ کر اس کی مانگ کر رہی ہے تو کیا ان پر بھی یہ الزام لگایا جاسکتا ہے کہ وہ تمام دنیا کے نظاموں اور آئینوں کو ختم کر کے رجعت کا دروازہ کھول رہی ہیں۔

بقیہ جگر مراد آبادی

"سفر میں مصلی جگر مرحوم کے ساتھ رہتا تھا،جب بھی اللہ توفیق دیتا نماز یکسوئی کے ساتھ پڑھتے رکوع و سجود اور قیام و قعود میں خشیت جھلکتی تھی۔"(۱)

اب آخر میں شاہ معین الدین ندوی مرحوم کے خیالات بھی پڑھتے چلئے وہ تحریر کرتے ہیں:-

اخلاقی حیثیت سے بھی جگر اتنے شریف،وضعدار،بلند نظر اور عالی ظرف انسان تھے۔کہ اس دور کے شاعروں میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے----ایک زمانہ میں جب جگر ایسی رند بلانوش رہے کہ انکو اپنا بھی ہوش نہیں رہتا تھا۔لیکن دل انکا ہمیشہ مومن رہا اور ہر زمانہ میں وہ راسخ العقیدہ مسلمان رہے۔بزرگوں کی صحبت بھی پائی تھی،حضرت شاہ عبدالغنی صاحب منگلوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے----ادھر چند برسوں سے عملاً بھی دیندار ہوگئے تھے۔شراب مطلق چھوڑ دی تھی،فرائض کے پابند تھے،حج و زیارت سے بھی مشرف ہوئے،چہرہ پر شرعی نورانی داڑھی بھی تھی اسلئے عملی اعتبار سے بھی ان کی زندگی کا آخری دور بہت اچھا گزرا اور اس پر جمعہ کے مبارک دن صبح صادق کے وقت انکا خاتمہ ہوا۔جو انشاء اللہ ان کے حسن خاتمہ کی دلیل ہے۔(۲)

۱۔ ماہنامہ فاران کراچی،ص ۴۴ نومبر ۱۹۶۰ء

۲۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ،شذرات،اکتوبر ۱۹۶۰ء

ایگل

ایک عالمگیر
قلم

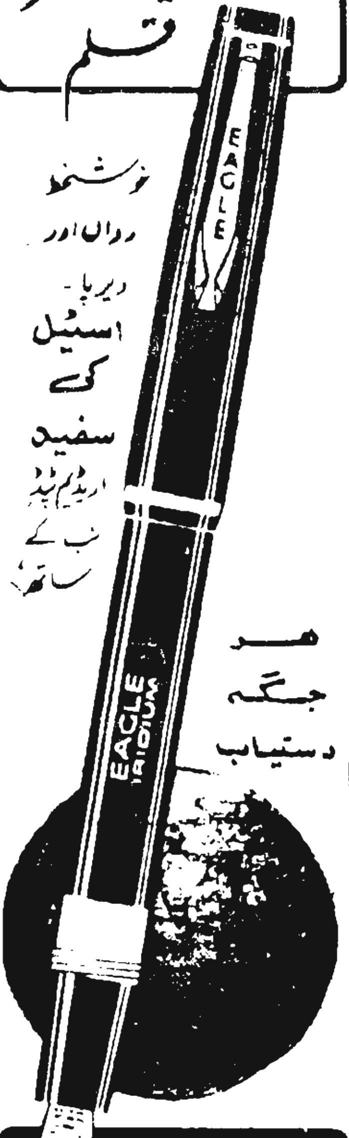

خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ

ہر
جگہ
دستیاب

آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

دلکش
دلنشیں
دلفریب

کہکشاں پرنٹ
جال ۳۰۰ پاپلین
جال ۵۰۰ لان

حُسین کے پارچہ جات

حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا

مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔

FABRICS

خوش پوشی کے پیش رو

حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

Servis

قدم قدم حسین قدم قدم آرام